تعارف وتبصرہ

ترجمات معانی القرآن الانجلیزیۃ اورنگ زیب الاعظمی
دراسۃ نقدیۃ وتحلیلیۃ (۱۹۳۰-۲۰۰۱ء)

[قرآن کے انگریزی تراجم: تنقیدی وتجزیاتی مطالعہ]

ناشر: مکتبۃ التوبۃ، الریاض، سعودی عرب، سنہ اشاعت: ۲۰۰۹ء، صفحات: ۴۸۴، قیمت درج نہیں۔

دیگر زبانوں کی طرح انگریزی زبان بھی اس حیثیت سے مالا مال ہے کہ اس میں قرآن کریم کے بہ کثرت تراجم موجود ہیں۔ قرآن کے انگریزی ترجمہ کا آغاز چرچ کے زیر سایہ مستشرقین کے ذریعہ ہوا۔ عموماً یہ مستشرقین مشنری سرگرمیوں سے وابستہ تھے۔ مسلمانوں کی جانب سے ترجمہ کی ابتدائی کوششوں کا مقصد مستشرقین کا جواب دینا، اسلام کا دفاع کرنا اور اس کی صحیح تعلیمات پیش کرنا تھا۔ بعد میں مستقل علمی سرگرمی کے طور پر یہ کام انجام دیا جانے لگا۔ قادیانیوں کی جانب سے بھی متعدد ترجمے ہوئے، جو لاکھوں کی تعداد میں پوری دنیا میں پھیلائے گئے۔ مسلمانوں کے بعض تراجم میں مسلکی اور فرقہ وارانہ عصبیت کا اظہار ہوا ہے۔ بعض تراجم میں بنیادی اسلامی عقائد کی عقلی توجیہات، معجزات کا انکار، سائنس سے مرعوبیت، حدیثِ نبوی کا استخفاف اور دیگر مظاہر نمایاں ہیں۔ زیر نظر کتاب میں انگریزی ترجمۂ قرآن کی تاریخ پر اجمالی نظر ڈالنے کے ساتھ چند منتخب تراجم کا متعدد پہلوؤں سے تنقیدی وتجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے۔

یہ کتاب اصلاً ایک تحقیقی مقالہ ہے، جس پر مصنف کو سینٹر آف عربک اینڈ افریقن اسٹڈیز، جواہر لعل نہرو یونی ورسٹی نئی دہلی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی گئی ہے۔ موصوف شمالی ہند کی مشہور درس گاہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ سے فارغ اور قرآنیات کے میدان میں تحقیقی ذوق کے حامل ہیں۔ انھوں نے مولانا حمید الدین فراہیؒ (م۱۹۳۰ء) کی تصنیف 'اسالیب القرآن' کی تحقیق کی ہے اور مولانا امین احسن اصلاحیؒ (م۱۹۹۷ء) کی تفسیر 'تدبر قرآن' کی لغوی تشریحات کو 'قاموس الفاظ و

اصطلاحات قرآنی‘ کے عنوان سے جمع کیا ہے۔ زیرنظر کتاب بھی ان کے اعلیٰ تحقیقی ذوق کی آئینہ دار ہے۔

یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول میں قرآن کریم کے نزول، رسول اکرم ﷺ کے ذریعے اس کی تبیین وتشریح اور صحابہ وتابعین کے عہد میں اس کے فہم اور تشریح وتفسیر کے سلسلے میں کی جانے والی کوششوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ باب دوم میں عہدِ اموی اور عہدِ عباسی میں قرآن پر جو کام ہوا اس کا تذکرہ ہے۔ باب سوم ترجمۂ قرآن کی تاریخ سے بحث کرتا ہے۔ اس کی فصل اول میں دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن کے پہلے ترجمہ کا تعارف کرایا گیا ہے۔ فصل دوم میں قرآن کے انگریزی تراجم کا سرسری بیان ہے۔ اس کے تحت مصنف نے مسلمانوں کے ۵۹، قادیانیوں کے ۸ اور دیگر (یہود و نصاریٰ) کے ۸ ترجموں کا مختصر تعارف کرایا ہے۔ یہ تینوں ابواب مختصر ہیں۔ کتاب کا اصل حصہ اور مصنف کی تحقیق کی جولان گاہ باب چہارم ہے، جس میں انھوں نے نو (۹) انگریزی تراجم کو منتخب کرکے ان کا تنقیدی مطالعہ کیا ہے۔ ان کے مترجمین یہ ہیں: پکتھال (م ۱۹۳۶ء) عبداللہ یوسف علی (م ۱۹۵۳ء) آر بیری (م ۱۹۶۹ء) شیر علی (م ۱۹۴۷ء) عبدالماجد دریابادی (م ۱۹۷۷ء) ایم، ایچ، شاکر (م ساتویں دہائی) سر محمد ظفراللہ خاں (م ۱۹۸۵ء) ٹی، بی، ارونگ (م ۲۰۰۲ء) شیخ محمد تقی الدین ہلالی (م ۱۹۹۰ء) مصنف نے تنقیدی مطالعہ کے لیے دس نکات متعین کیے ہیں: (۱) الفاظِ قرآن (۲) عباراتِ قرآن (۳) اسالیب قرآن (۴) نحوی وصرفی قواعد (۵) اصطلاحاتِ قرآن (۶) نظم قرآن (۷) شانِ نزول (۸) دیگر کتب سماوی کے حوالے (۹) عقائد و افکار (۱۰) مفاہیمِ قرآن۔ ان نکات کے تحت متعدد مثالوں کے ذریعے انھوں نے مذکورہ تراجم کا تقابلی مطالعہ کیا ہے اور پورے اعتماد اور جرأت کے ساتھ ان میں سے بعض پر تنقید اور ان کی غلطیوں کی نشان دہی کی ہے۔ اپنی تحقیق کا خلاصہ انھوں نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

- بعض مترجمین عربی زبان میں مہارت نہیں رکھتے، جیسے عبدالماجد دریابادی، ارونگ اور عبداللہ یوسف علی۔

- بعض مترجمین کی زبان اچھی نہیں ہے، جیسے ایم ایچ شاکر اور عبدالماجد دریابادی۔

- بعض مترجمین دیگر مترجمین پر کلّی انحصار کرتے ہیں، جیسے عبدالماجد دریابادی، جومولانا اشرف علی تھانوی کے فہم سے تجاوزنہیں کرتے، سوائے بعض امور کے اور ڈاکٹر تقی الدین ہلالی، جوتفسیر طبری اور تفسیر ابن کثیر سے آگے نہیں بڑھتے۔

- بعض مترجمین کسی مخصوص گروہ کی عصبیت رکھتے ہیں، جیسے سرظفراللہ خاں قادیانی اور شیعی مفسر ایم ایچ شاکر۔

- بیش تر مترجمین کو مطالعاتِ اسلامی کے میدان میں یدِ طولیٰ حاصل نہیں ہے۔

- تمام مترجمین، سوائے شیر علی کے، قرآن کا ذوق نہیں رکھتے۔ (ص ۴۶۵)

آخر میں انھوں نے انگریزی ترجمۂ قرآن کے سلسلے میں تین تجویزیں پیش کی ہیں:

۱- ایسے افراد کی ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جومختلف میدانوں میں مہارت رکھتے ہوں، ساتھ ہی انھیں علوم قرآن سے بھی شغف ہو۔

۲- اس کے ممبران قدیم فصیح عربی زبان اورقدیم و جدید فصیح انگریزی زبان، دونوں میں سے کسی ایک میں ماہر ہوں۔

۳- ہرسورہ کے ترجمہ سے قبل ایک تمہید ہو، جس میں سورہ کے مرکزی موضوع، ماقبل و مابعد سے ربط ومناسبت (نظم) اورطویل سورتوں کی، ٹکڑوں میں تقسیم کا تذکرہ ہو، تاکہ معانی کا فہم آسان ہو اور ماقبل و مابعد سے ربط واضح رہے، مبہم چیزوں کی اطمینان بخش تشریح حاشیہ میں کی جائے، تاکہ کلامِ انسانی اور کلامِ الٰہی خلط ملط نہ ہو۔ آخر میں اہم تعلیمات وامور کی فہرست مرتب کردی جائے۔ (ص ۴۶۵-۴۶۶)

کتاب کا سب سے کم زور حصہ اس کا باب سوم ہے، جس کی دوسری فصل میں قرآن کے انگریزی تراجم اور مترجمین کے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ اس میں بہت سی غلط سلط باتیں بغیر تحقیق کی زحمت کیے درج کردی گئی ہیں۔ مثلاً مشہور جرمن نومسلم محمد اسد نے اپنے ترجمۂ قرآن کا پہلا حصہ، جوابتدائی نو سورتوں پر مشتمل تھا، ۱۹۶۴ء

میں شائع کیا، بعد میں ۱۹۸۰ء میں مکمل ترجمۂ قرآن کی اشاعت ہوئی۔ مصنف نے دونوں کا تذکرہ الگ الگ ترجموں اور مترجمین کی حیثیت سے کیا ہے اور ایک جگہ ان کا نام محمد اسعد لکھا ہے (ص ۹۰، ۹۳) اسی طرح ماجد فخری کا ترجمۂ قرآن پہلی دفعہ ۱۹۹۶ء میں The Quran: A Modern English Version کے نام سے اور اس کا نظر ثانی شدہ ایڈیشن ۲۰۰۰ء میں An Interpretation of the Quran: English Translation of the Meaning کے نام سے شائع ہوا۔ اس کا تذکرہ دو جگہوں پر الگ الگ ترجموں کی حیثیت سے کیا گیا ہے (ص ۹۷، ۹۹) خادم رحمٰن نوری کے ترجمہ کا تذکرہ بھی مصنف نے دو جگہوں پر الگ الگ ترجموں کی حیثیت سے کیا ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ وہ شیلانگ سے شائع ہوا، لیکن سنۂ اشاعت معلوم نہیں (ص ۱۰۱) دوسری جگہ اس کا سنہ اشاعت ۱۹۷۴ء بتایا ہے (ص ۱۰۳) مترجمین کے بارے میں انتہائی مختصر معلومات ہیں، جن میں سے بہت سی غلط اور کنفیوژن پیدا کرنے والی ہیں۔ مثلاً ٹی، بی، ارونگ کا ذکر ایک جگہ مسلمان کی حیثیت سے کیا ہے (ص ۹۴) مگر دوسری جگہ انھیں 'اسلام اور مسلمانوں سے عداوت رکھنے والا مستشرق' لکھا ہے (ص ۱۰۸) محمد اسد چاہے جتنے آزاد خیال، معجزات کی عقلی توجیہ کرنے والے اور سائنس زدگی کا شکار ہوں، لیکن ان کا قبولِ اسلام شک و شبہ سے بالا تر تھا۔ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ "پہلے وہ یہودی تھے، ایمان لے آئے، لیکن ان کی یہودی ذہنیت نہیں بدلی" (ص ۹۳) خادم رحمٰن کا تذکرہ ایک جگہ مسلمان مترجمین میں کیا ہے (ص ۱۰۱) دوسری جگہ انھیں قادیانی بتایا ہے (ص ۱۰۳) جن نو تراجم کا تقابلی مطالعہ کیا گیا ہے، کم از کم ان کی کچھ تفصیلات اور ان کے مترجمین کے مختصر سوانحی احوال و کوائف کا تذکرہ مناسب تھا۔ تراجم کی اشاعتوں سے متعلق جو معلومات فراہم کی گئی ہیں وہ بھی بالعموم غلط ہیں۔ فاضل مصنف نے اپنے مراجع میں ڈاکٹر عبدالرحیم قدوائی (جن کا نام بے پروائی سے کہیں عبدالحلیم اور کہیں عبدالحکیم ہوگیا ہے) کی ایک کتاب A Guide to English Translations of the Qur'an کا نام درج کیا ہے اور اسے

غیر مطبوعہ بتایا ہے، حالاں کہ یہ کتاب ۱۹۹۷ء میں ماریشس سے شائع ہو چکی ہے۔ بعد میں ڈاکٹر موصوف نے مشہور انگریزی تراجم قرآن اور ۲۰۰۲ء تک ان کی اشاعتوں کا مبسوط اور جامع اشاریہ تیار کیا، جس کا نام ہے: Bibliography of the Translations of the Meanings of the Glorious Qur'an into English: 1649- 2002- A Critical Study۔ اس میں انھوں نے ہر ترجمۂ قرآن کی جملہ اشاعتوں کی تفصیلات فراہم کی ہیں۔ یہ کتاب سعودی عرب کی وزارت اوقاف کی جانب سے ۲۰۰۷ء میں شائع ہوئی ہے۔ تراجم کی اشاعتوں کے سلسلے میں دونوں کے بیانات میں کتنا واضح فرق ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ مثلاً پکتھال کے ترجمہ کے بارے میں مصنف نے لکھا ہے کہ اب تک اس کے ۲۷/ ایڈیشن منظر عام پر آئے ہیں (ص۸۸) جب کہ قدوائی صاحب نے اپنی کتاب میں اس کی ۱۴۸/ اشاعتوں کا تذکرہ کیا ہے (ص۲۷۶- ۳۲۶) ایم ایچ شاکر کے ترجمے کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کے چار سے زائد ایڈیشن طبع ہوئے (ص۹۱) جب کہ قدوائی صاحب نے اس کے ۴۳/ ایڈیشنز کی صراحت کی ہے (ص۴۳۰-۴۴۴) تقی الدین ہلالی کے ترجمے کے صرف تین بار طبع ہونے کا ذکر کیا ہے (ص۹۲) جب کہ قدوائی صاحب نے ۲۰۰۱ء تک اس کے ۱۹/ ایڈیشنز کے حوالے دیے ہیں (ص۲۰۳-۲۰۹) محمد خطیب کے ترجمہ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کے چالیس ایڈیشنز منظر عام پر آئے (ص۹۵) جب کہ قدوائی صاحب نے صرف ایک ایڈیشن کا تذکرہ کیا ہے (۲۳۷) ظفر اللہ خاں کے ترجمے کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی اشاعتیں بے شمار ہیں، جب کہ قدوائی صاحب نے صرف نو ایڈیشنز کا تذکرہ کیا ہے (۲۳۱-۲۳۴) جارج سیل کے ترجمے کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی چند اشاعتیں ہیں، جن میں سے آخری ۱۹۷۵ء کی ہے، جب کہ قدوائی صاحب نے اس کی ۱۶۶/ اشاعتوں کا تذکرہ کیا ہے، جن میں ۱۹۸۴ء، ۱۹۸۵ء اور ۲۰۰۰ء کی اشاعتیں بھی ہیں (ص۳۶۰-۴۱۹)۔

فاضل مصنف نے مختلف نکات کے تحت منتخب تراجم کا تقابلی مطالعہ اور ان کا

محاکمہ کرتے ہوئے کہیں ان میں سے کسی ترجمے کو بہتر قرار دیا ہے اور کہیں ان سب سے اختلاف کرتے ہوئے اپنا ترجمہ پیش کیا ہے۔ اس بحث کا جائزہ تفصیل طلب ہے۔ مختصراً کہا جاسکتا ہے کہ مصنف کا میلان تشریحی ترجمہ کی طرف ہے۔ مثلاً انھوں نے حَتَّـــی إِذَا ضَـاقَتْ عَلَيْهِمُ الأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (التوبۃ: ۱۱۸) کا ترجمہ Who were boy-cotted by mass (ص ۳۶۰) وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِندَهُمُ التَّوْرَاةُ فِيهَا حُكْـمُ اللّـهِ (المائدۃ: ۴۳) میں آخری ٹکڑے کا ترجمہ: These in Allah's judgment (regarding adultery)۔ وَاضْـمُمْ يَـدَكَ إِلَى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاء مِنْ غَيْرِ سُوء (طہ: ۲۲) میں آخری ٹکڑے کا ترجمہ Without any blemish (of leprory) (ص ۳۸۲) کیا ہے۔ تبصرہ نگار کا خیال ہے کہ ترجمۂ قرآن میں الفاظِ قرآن تک محدود رہنا اور توضیحی باتوں کو بریکٹ کے ساتھ ترجمہ میں شامل کرنے کے بجائے حواشی میں درج کرنا اولیٰ وانسب ہے۔

مصنف مدرسۃ الاصلاح کے فارغ ہیں، چنانچہ انھوں نے قرآن کریم کے نظم، اسالیب، شان نزول اور مفردات کی لغوی تشریح وغیرہ میں فراہی مکتب فکر کی بھرپور نمائندگی کی ہے۔ مولانا حمید الدین فراہیؒ اور مولانا امین احسن اصلاحیؒ کے کثرت سے حوالے دیے ہیں اور ان کی تاویلات کو بنیاد بنا کر تراجم کا محاکمہ کیا ہے۔ کلام عرب سے بھی خوب استشہاد کیا ہے۔ لیکن اپنے بعض بیانات میں وہ حدّ اعتدال سے کہیں آگے نکل گئے ہیں۔ مثلاً عہد نبوی میں 'فہم قرآن کے بنیادی مصادر' کے تحت انھوں نے کتب یہود و نصاریٰ کو بھی ایک مصدر قرار دیا ہے اور اس کے تحت لکھا ہے کہ ''یہود و نصاریٰ اور ان کے مذہبی معاملات سے متعلق قرآن میں جو باتیں مذکور ہیں ان کے بارے میں نبی ﷺ ان کے علماء سے دریافت کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ جب آپؐ کو شک ہوا کہ یہ لوگ صحیح جواب نہیں دیتے ہیں تو آپؐ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو ان کی زبانیں سیکھنے کا حکم دیا، تاکہ آپؐ براہ راست ان کی مذہبی کتابوں سے استفادہ کرسکیں'' (ص ۱۸) یہ باتیں محتاجِ ثبوت ہیں۔ اس کے برخلاف متعدد صحیح روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے ایسا